سورۃ الکافرون

آیاتہا ۶ ｜ ۱۰۹ سورۃ الکٰفرون مکیۃ ۱۸ ｜ رکوعہا ۱

حضرت ابن مسعود، حضرت حسن بصری اور عکرمہ کے قول میں یہ مکی ہے (1) اور حضرت ابن عباس کے ایک قول، قتادہ اور ضحاک کے نزدیک یہ مدنی ہے۔ اس کی چھ آیات ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے: یہ سورت قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے (☆)۔

کتاب الرد لابی بکر الانباری میں ہے ہمیں عبداللہ بن ناجیہ نے خبر دی کہ ہمیں یوسف نے انہوں نے قعنبی اور ابونعیم سے وہ موسیٰ بن وردان سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے (2)۔ اسے حضرت انس سے موقوفاً نقل کیا ہے۔ حافظ ابو محمد عبدالغنی بن سعید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کی قراءت کی پھر فرمایا: ''میں نے قرآن کا ایک تہائی اور ایک چوتھائی پڑھا ہے''۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے جبیر کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ جب تو سفر کے لیے نکلے تو تو شکل و صورت میں اپنے ساتھیوں سے زیادہ حسین ہو اور زادراہ میں سب سے بڑھ کر ہو؟'' میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: ''ان پانچ سورتوں کو پڑھو یعنی قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ کے شروع سے لے کر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ تک۔ اور قراءت کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کر''۔ کہا: اللہ کی قسم! میرے پاس مال زیادہ نہیں ہوتا تھا جب میں سفر کرتا تو سب سے پراگندہ حال میرا ہوتا اور سب سے کم زادراہ میرا ہوتا۔ جب سے میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا تو سب سے اچھا حال میرا ہوتا اور سب سے زیادہ زادراہ میرے پاس ہوتا یہاں تک کہ میں اپنے سفر سے واپس لوٹ آتا۔

فروہ بن نوفل اشجعی نے کہا: ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ فرمایا: ''سوتے وقت قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ پڑھا کرو بے شک یہ شرک سے چھٹکارا ہے'' (3) اسے ابوبکر انباری اور دوسرے علماء نے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن حکیم میں ابلیس کو غضبناک کرنے والی اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کیونکہ یہ سورت توحید اور شرک سے براءت ہے۔ اصمعی نے کہا: قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کو مقشقشتان کہا جاتا یعنی یہ دونوں نفاق سے بری کر دیتی ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا: جس طرح تارکول جلد کی خشکی کو دور کرتی ہے اور اسے صحیح کر دیتی

1۔ زادالمسیر، جلد 8، صفحہ 334　　2۔ جامع ترمذی، کتاب الفضائل، ما جاء فی اذا زلزلت، جلد 2، صفحہ 113

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد 2، صفحہ 333۔ ایضاً، حدیث نمبر 4396، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

☆ جامع ترمذی، باب ما جاء فی اذا زلزلت، حدیث نمبر 2818، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

ہے۔ ابن سکیت نے کہا: زخم اور چیچک کا چھالا جب خشک ہو جائے اور اوپر سے چھلکا اتر جائے اور اونٹ کی خارش جب خشک ہو جائے تو اس وقت یہ جملہ بولتے ہیں: قَدْ تَوَسَّفَ جِلْدُہٗ، تقشر جلدہ، تَقَشْقَشَ جِلْدُہٗ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ③
وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ⑤

”آپ فرما دیجئے: اے کافرو! میں پرستش نہیں کیا کرتا (ان بتوں کی) جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس (خدا) کی جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں اور نہ ہی میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم پوجا کیا کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں“۔

ابن اسحاق اور دوسرے علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس سورت کے نزول کا سبب یہ تھا کہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن عبد المطلب اور امیہ بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے انہوں نے کہا: اے محمد! آؤ ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور تم اس کی عبادت کرو جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، ہم اور تم سب اپنے امر میں شریک ہو جاتے ہیں اگر وہ چیز جو تم لائے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو ہمارے پاس ہے تو ہم نے اس میں تمہارے ساتھ شرکت کر لی اور ہم نے اس سے اپنا حصہ لے لیا اگر وہ چیز جو ہمارے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہارے پاس ہے تو تم ہمارے معاملہ میں شریک ہو جاؤ گے اور اس میں سے اپنا حصہ لے لو گے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا۔

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اگر تم معبودوں میں سے کسی کو ہاتھ لگا لیتے یا اس کا بوسہ لے لیتے تو ہم تمہاری تصدیق کرتے حضرت جبریل امین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ سورت لائے تو مشرکین مکہ ان سے مایوس ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی اذیتیں دیں۔

الْكٰفِرُوْنَ پر جو الف لام ہے اس سے مراد معین افراد ہیں اگرچہ اس کی صفت ہونے کی بنا پر یہ جنس کے لیے ہیں کیونکہ اس میں ان لوگوں سے خطاب کیا جا رہا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہی تھا کہ وہ کفر پر مریں گے تو یہ وہ خاص ہے جو عام لفظ کے ساتھ واقع ہوا ہے اس کی مثل ماوردی سے مروی ہے (1) کہ یہ کلام جواب کے طور پر واقع ہوئی اور کافروں سے مراد معین لوگ ہیں تمام کافر مراد نہیں کیونکہ کافروں میں سے کچھ ایمان لے آئے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور ان میں سے کچھ ایسے تھے جو کفر پر مرے یا اس پر قتل ہوئے۔ وہی لوگ اس خطاب کے مخاطب ہیں اور ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

ابو بکر انباری نے کہا: جس نے قرآن حکیم میں طعن کیا ہے اس نے اس میں یوں قراءت کی ہے قل للذین کفروا، لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ اس نے یہ گمان کیا کہ یہی درست ہے جب کہ یہ کہنا رب العالمین پر افتراء ہے، اس سورت کے معنی کو کمزور

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 357

کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کا قصد کیا ہے اس کو باطل کرتا ہے۔ مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی مشرکین کو اس گھٹیا خطاب کے ساتھ مخاطب کر کے اور ان پر وہ بات لازم کر کے جس سے ہر صاحب عقل و دانش نفرت کرتا ہے، مشرکین کو ذلیل و رسوا کرے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس باطل لفظ کا وہ دعویٰ کرتا ہے ہماری قراءت معنی میں اس پر مشتمل ہے اور اس معنی میں اضافہ کرتی ہے جو ان کے ہاں ان کے باطل اور تحریف میں نہیں پس ہماری قراءت کا معنی ہے کافروں کو کہہ دیجئے: اے کافرو! اس کی صحت پر دلیل یہ قول ہے کہ جب کوئی بدو اپنے مخاطب سے کہتا ہے: قُلْ لِزَيدٍ أَقبِل إلينا اس کا معنی ہے زید سے کہو: اے زید! ہماری طرف متوجہ ہو۔ لہٰذا ہماری قراءت اس پورے معنی پر واقع ہوئی جو ان کے پاس ہے اور ان کی باطل قراءت سے حسین ترین لفظ اور بلیغ ترین معنی ساقط ہو گیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی مجلس میں ان پر اعتماد رکھتے تھے (☆) اور انہیں کہتے: يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کفار! جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ وہ اس بات سے ناراض ہوں گے کہ انہیں کفر کی طرف منسوب کیا جائے اور انہیں کفار کے زمرہ میں شامل کر دیا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر سے محفوظ و مامون رہے کہ کوئی ہاتھ آپ کی طرف بڑھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جانب سے اذیت پہنچے جس نے قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کی قراءت نہیں کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت کو نازل فرمایا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک آیت کو ساقط کر دیا۔ اہل اسلام کا اسلوب یہ ہے کہ وہ اس جیسے عمل کی طرف جلدی نہیں کرتے اور اپنے نبی کے بارے میں یہ قصد نہیں کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان فضائل کو الگ کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں اور جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف یاب فرمایا ہے۔

جہاں تک اس میں تکرار کا تعلق ہے تو ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ان کی طمع کو ختم کرنے کے لیے یہ برائے تاکید کلام ذکر کی گئی ہے جس طرح تو کہتا ہے: واللہ لا أفعل کذا ثم واللہ لا أفعلہ اکثر علماء معانی نے کہا: قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربوں کے اسلوب کلام میں تکرار بھی ہے مقصود تاکید اور بات کو سمجھنا ہے، جس طرح ان کے اسلوب میں اختصار بھی ہے مقصود تخفیف و ایجاز ہوا کرتا ہے کیونکہ خطیب اور متکلم کا ایک شئی سے دوسری شئی کی طرف نکلنا اس سے بہتر ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھہرا رہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ (الرحمٰن) وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ (المرسلات) كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۞ (الواقعہ) فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۞ (الم نشرح) سب تاکید کے لیے ہے۔ بعض اوقات قائل یہ کہتا ہے: ارم ارم، اعجل اعجل اس معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: فلا اذن ثم لا آذن إنما فاطمة بضعة منی (1) اسے امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

جس طرح شعراء نے اپنے کلاموں میں تکرار سے کام لیا ہے:

أَيْنَا أَيْنَ وَلَّوْا يَوْمَ كِنْدَةَ جَمُوعَ سَئَلْتَ هَلَّا

تو نے کندہ کے لشکروں سے اس روز کیوں نہ پوچھا جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہاں، کہاں جا رہے ہو۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، فضائل فاطمة رضی اللہ عنہا، جلد 2، صفحہ 290

☆ بعض نسخوں میں لا یعتمد ہے یعنی اعتماد نہیں رکھتے تھے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

یا لَبَکْرٍ أَنْشِرُوا لِی کُلَیْبًا یالَبَکْرٍ أَیْنَ أَیْنَ الفِرَارُ

اے بنوبکر! میرے لیے کلیب کو زندہ کردو اے بنوبکر! کہاں کہاں بھاگے جارہے ہو۔

ایک اور شاعر نے کہا:

یا علقمۃُ یا علقمۃُ یا علقمۃُ خیرَ تمیم کلِّھا وأکرَمَہْ

اے علقمہ، اے علقمہ، اے علقمہ، اے تمام تمیم سے بہترین اور ان میں سے معزز ترین۔

ایک اور شاعر نے کہا:

یا أقرعُ بنَ حابسٍ یا أقرعُ إنَّکَ إنْ یُصرَعْ أخوکَ تُصرَعُ

اے اقرع بن حابس! اے اقرع اگر تیرے بھائی کو مارا جاتا ہے تو تجھے مارا جاتا ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

أَلَایا اسلَمِی ثم اسلَمِی ثُمَّتَ اسلَمِی ثلاثَ تَحِیَّاتٍ وإنْ لم تَکَلَّمَ

تو سلامت رہ، تو سلامت رہ پھر تو سلامت رہ تجھے تین سلام ہوں اگرچہ تو کلام نہ کرے۔

اس کی مثل بہت سی مثالیں ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ اسلوب ان کے قول کے مطابق ہے: تَعْبُدُ الٰھتنا ونعبدُ إلٰھکَ ثم تعبد آلھتنا ونعبدُ إلٰھکَ ثم تعبد آلھتنا ونعبدُ إلٰھکَ ہم یہی اصول ہمیشہ کے لیے اپنائیں گے یعنی ایک ایک سال یہ سلسلہ چلے گا۔ تو انہوں نے جو قول کیا تھا اس کی ضد کے ساتھ انہیں جواب دیا گیا۔ یعنی یہ کبھی بھی نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم تجھے اتنا مال دیں گے جس کے باعث تم مکہ کے سب سے غنی بن جاؤ گے، جس سے تم چاہتے ہو ہم تیری شادی اس سے کر دیتے ہیں، ہم تیرے پیچھے پیچھے چلیں گے اور تم ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے رک جاؤ اگر تم ایسا نہ کرو تو ہم تمہارے سامنے ایک تجویز رکھتے ہیں جس میں ہمارے اور تمہارے لیے بھلائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم ایک سال تک ہمارے معبودوں لات و عزیٰ کی عبادت کرو اور ہم ایک سال تک تمہارے معبود کی عبادت کریں گے تو یہ سورت نازل ہوئی لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ میں تکرار اس وجہ سے تھا کیونکہ قوم نے اپنی گفتگو ان پر بار بار دہرائی تھی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: تغلیظ کے لیے کلام کو مکرر ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تقدیر کلام یوں ہے لا أعبد الساعۃ ما تعبدون ولا أنتم عابدون الساعۃ ما أعبد یعنی میں اس وقت ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تم اس وقت اس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا: میں مستقبل میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم مستقبل میں اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرنے والا ہوں؛ یہ اخفش اور مبرد کا نقطہ نظر ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے جب وہ ایک بت سے رک جاتے تو اسے چھوڑ دیتے پھر اپنی خواہش نفس کی بنا پر ایک اور بت اپنا لیتے جب وہ ایک پتھر کے پاس سے گزرتے جو انہیں اچھا لگتا تو پہلے کو پھینک دیتے اور دوسرے کو اٹھا لیتے اور اس کی تعظیم کرتے اسے نصب کرتے تا کہ عبادت کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ انہیں فرما دیں: جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو میں آج ان بتوں کی عبادت نہیں کرتا جو تمہارے سامنے موجود ہیں پھر فرمایا: اور تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں جن کی میں عبادت کرتا ہوں تم اس بت کی عبادت کرتے ہو جس کو تم نے اپنا معبود بنا لیا ہے وہ اس وقت تمہارے پاس ہے اور میں ان کی عبادت کرنے والا نہیں جن کی تم پہلے عبادت کرتے تھے اور اب انہیں چھوڑ دیا اور اب تم ان کی طرف متوجہ ہو چکے ہو اور تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں جس کی میں عبادت کرتا ہوں کیونکہ میں تو اپنے اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ زمانہ مستقبل کے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ ان چیزوں کی عبادت کے بارے میں جن کی وہ زمانہ ماضی میں عبادت کیا کرتے تھے پھر فرمایا: وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ یہ لفظ تکرار ہے معنی کا تکرار نہیں کیونکہ تقابل تو اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ کلام یوں ہوتی ولا أنتم عابدون ما عبدت تو عبدت کے لفظ سے اَعْبُدُ کی طرف عدول کیا گیا ہے مقصود اس امر کا شعور دلانا ہے کہ جب ایک ذات کی ماضی میں عبادت کی گئی وہ وہی ذات ہے جس کی زمانہ مستقبل میں عبادت کی جائے گی جب کہ ماضی اور مضارع کا صیغہ ایک دوسرے کی جگہ واقع ہوتے رہتے ہیں یہ اسلوب اللہ تعالیٰ کی اخبار میں اکثر واقع ہوتا ہے۔

مَآ اَعْبُدُ فرمایا من اعبد نہیں فرمایا تا کہ وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ کے مقابل ہو جاتا جب کہ وہ چیزیں بت ہیں ان میں ماہی مناسب ہے من مناسب نہیں پس پہلے کو دوسرے پر محمول کیا گیا ہے تا کہ کلام میں مقابلہ ہو جائے اور منافات واقع نہ ہو بعض اوقات ما کا لفظ ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے اس معنی میں عربوں کا قول ہے: سبحان ما سخرکن لنا اس مثال میں ما، من کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آیات کا معنی اور اس کی تقدیر یہ ہے اے کافرو! میں ان بتوں کی پوجا نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس لیے کہ تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور تم نے بتوں کو معبود بنا کر رکھا ہے۔ اگر تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو تم جھوٹے ہو کیونکہ تم مشرک ہوتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہو تو میں تمہاری عبادت کی مثل عبادت نہیں کروں گا تو پھر ماصدر یہ ہے اسی طرح وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ میں ماصدر یہ ہے معنی ہوگا اور تم میری عبادت کی طرح عبادت نہیں کرتے جو کہ توحید ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

"تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین"۔

اس میں تہدید کا معنی ہے یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (القصص:55) اگر تم اپنے دین پر راضی ہو تو ہم اپنے دین سے راضی ہیں۔ یہ قتال کے حکم سے قبل کا حکم ہے اسے آیت سیف سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ پوری آیت منسوخ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں سے کوئی چیز بھی منسوخ نہیں کیونکہ یہ خبر ہے اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ کا معنی ہے تمہارے لیے تمہارے دین کی جزا اور میرے لیے میرے دین کی جزا ہے۔ ان کے دین کو دین کا نام دیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے اسی کا اعتقاد رکھا تھا اور اس سے اپنی وابستگی کی تھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تمہارے لیے تمہاری جزا اور میرے لیے میری جزا ہے کیونکہ دین کا معنی جزا ہے۔ نافع نے ولی دین میں یاء کو فتحہ دی ہے اور بزی نے ابن کثیر سے اسی طرح روایت کی ہے جب کہ ان سے اختلاف مروی ہے۔ ہشام نے ابن عامر سے اور احفص نے عاصم سے اسی طرح نقل کیا ہے دین میں دونوں حالتوں میں نصر بن عاصم، سلام اور یعقوب نے یاء کو ثابت رکھا ہے انہوں نے کہا: یہ بھی ایک اسم ہے جس طرح دِيْنُكُمْ میں کاف ہے اور قمت میں تاء ہے جب کہ باقی قراء نے یاء کے بغیر پڑھا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿﴾ (سورۃ الشعراء) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿﴾ (آل عمران) اس کی مثل دوسری آیات ہیں ان میں کسرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے اور مصحف کے خط کی اتباع کی گئی ہے کیونکہ اس میں یہ یاء کے بغیر واقع ہے۔